رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳

REGISTERD NO A 783



نوجوانو

اولاد کے خواہشمند - جلق - سستی - کمزوری - جریان - احتلام - نامردی - وہم - وسوسہ - درد کمر - دل کی دھڑکن کے مریضو - اگر آپ کو اشتہاری حکیموں نے لوٹ لیا ہو - علاج کرتے کرتے آپ عاجز ہو گئے ہوں تو ایسے آڑے وقت ہم آپ کے لیے **رسالہ قوت باہ عظمی** پیش کرتے ہیں جس میں مشرق و مغرب کے جدید و قدیم حکیموں اور ڈاکٹروں کے ان تمام معلومات مشاہدات و تجربات کا نچوڑ ڈال دیا اور مکمل طور پر جمع کیا گیا ہے جو عورت و مرد کی مواصلت سے تعلق رکھتی ہیں - ساتھ ہی قواعد صحبت ممنوعات صحبت لذ ذات - امساک - اولاد نرینہ تندرست اور خوبصورت بچے پیدا کرنے کی تدبیر - فلسفۂ عشق - فلسفۂ ازدواج - انتخاب بیوی - تعلقات زوجین - نفعت مباشرت اور صحبت کے طریقوں وغیرہ وغیرہ کی اعلیٰ ترین علمی تفسیر دی گئی ہے امراض مردانہ کا مفصل اور مکمل بیان - اور ان کے رفع کرنے کے لیے صدہا مجرب المجرب - بے خطا - سریع الاثر کم خرچ بالانشین - بے انتہا مفید جادو اثر آبحیات نسخے جو ہندوستان کے موجودہ اطبا کو بھی سوں روپیہ دینے پر بھی وہ اپنے اسرار کی نسخہ نہیں بتلاتے مصنف صاحب نے بڑی کوشش اور صدہا روپیہ خرچ کرکے ایسے نسخے حاصل کیے ہیں - غرض رفاہ عام درج کیا گیا ہے - اب بھی اگر تنگ کر اپنے دل کی حسرت کو نہ پورا کیجیے تو آپ کی قسمت اس کتاب کے نسخوں کو غلط اور غیر مفید ثابت کرنے والے کو یکصد روپیہ انعام دیا جائے گا - قیمت ۱۰؍ فی جلد علاوہ محصول

ملنے کا پتہ :- منیجر عظمت بک ڈپو لکھنؤ

شرطیہ علاج اور دوا مفت

افسوس مجھ نے اشتہاربازوں کی وہ کثرت ہے کہ کوئی پرہیز نہیں کر سکتا کہ دوا کس کی دوا سب سے کس کی غیر مفید ہو کوئی حقیقی حال کو کہیں ملتا ہے کوئی بہوت قطع وصل قیمت کو خریدی افزایش ہو اسی اصل ہوتا ہے - غرض ایک طوفان بپا ہے کھا جاتا ہے - میرے پاس نہ تو اکبر شاہی محمد شاہی دوا چٹکیوں ملنے کے نسخے ہیں اور نہ نیپالی تقریری کرامتوں کی بوٹی وہ دیکھیں رنجبول وغیرہ بازاروں میں ہوں گے انسانی کا کام ہو جاتا ہے - لیکن ہم اس طوفان بیتمیزی کو دور کرنے میں صداقت سے [illegible] کا شہرہ ہو چکا ہے جس میں شباب ساز [illegible] جن جن شکایات کے لیے [illegible] شباب بڑے - ضعف مردی - جریان - جلق - سرعت کثرت - احتلام ضعف باہ وغیرہ وغیرہ - شباب بڑے خارجی علاج ہے فی الحال کچھ لوگوں کے لیے فیصلہ کیا ہے کہ اصل صفت تقسیم کرکے تجربہ پیدا کرتے جائیں کہ اس مفت اور مفید ثابت ہو جانے کے باعث اس کا جن نقصان کا دل ہو جائے گا جیسے جن حضرات کو شہد رہ ہیا ہو تمام ادویہ نے پریشان کر رکھا ہو - زندگی کو موت سے بدتر جانتے ہوں اچھے دماغ - دل - معدہ وغیرہ میں شکایتیں پیدا ہو گئی ہوں یعنی میں فرق ہو - مردانہ کمزوری کے اثرات کا ہمیشہ ہی زندگی بھر کے لیے قلع قمع کرنا چاہتے ہوں وہ صرف ایک مرتبہ [illegible] کہیں شباب صرف ایک روپیہ [illegible] پیکٹ محصول ڈاک ہر حال میں [illegible] میں صرف [illegible] اصل صفت [illegible] اخبار [illegible] میں ہدایت ہوگی۔

ملنے کا پتہ :- منیجر عین الشفا میڈیکل ہال لکھنؤ

معزز خریدار اور میں

معزز خریدار - کیوں صاحب یہ نہایت عمدہ چاندی کے ورق ہیں یا سیپ سے ہوتی ہے۔

میں - یہ تمباکو کی گولیاں ہیں جو پان کے ساتھ کھائی جاتی ہیں۔

خ - یہ نہایت ہی خوشنما ہیں مجھے دیجیے دیکھوں تو۔

م - اس پر سونے چاندی کے ورق لگے ہوئے ہیں لیجیے دیکھیے۔

خ - واہ وا یہ تو نہایت ہی خوشبودار ہیں مشک و عنبر کی خوشبو بڑے غضب کی ہے۔

م - جناب پان کا لطف اسی سے ہے اور زردہ تو ہے کہ پان کا مزا نہیں - عرق گلاب اور کیوڑہ میں تیار ہوتی ہیں۔

خ - تو ہر مذہب کے لوگ اسکو کھا سکتے ہیں۔

م - جی اس میں سب وقت کے لوگ برابر استعمال کرتے ہیں اور بھی بڑی خوبیاں ہیں کہ اصلاح کی گئی ہے کہ دافع قبض مرض اور دانتوں کو مضبوط کرتی ہے۔

خ - واقعی لکھنؤ اور خصوصاً آپ ہی کی دوکان کا یہ حق ہے کہ نفاست و مزہ کی قدر کرے - کس نرخ کی ہیں۔

م - جناب بہت ہی ارزاں قیمت لہ ۱ - ۸ - ۲ روپیہ طلائی عہر پیلا ورق ۱۰۰

خ - واقعی ان گولیوں کو دیکھتے تو نہایت ہی ارزاں ہیں آپ مجھ کو بھیجیے اور ہاں جناب یہ دوکان کس نام سے مشہور ہے۔

مسٹر ارتضیٰ خاں تاجر تنباکو لکھنؤ

م - تار کا پتہ :- مسرتی لکھنؤ

قصہ ہے یا ظرافت کی جان

اردو میں آجتک اس قصہ کا مثل نہیں ہے

جھیپو!

یہ پُرلطف ظرافت قصہ اودھ پنچ کے ساتھ مسلسل شائع ہو رہا ہے اس کے صفحات بطور فائل علیحدہ بھی مرتب کیے گئے ہیں ابتدائے ۱۹۲۳ء سے جو حضرات اودھ پنچ کے خریدار ہیں انھوں نے مسلسل مطالعہ کر لیا ہوگا لیکن سہ ماہی اور ششماہی خریداران اودھ پنچ قصہ کی ابتدا سے ناواقف ہونگے یہ مرتب فائل انکے اشتیاق کو پورا کر سکتا ہے۔

قیمت علاوہ محصول ڈاک عہ

المشتہر

منیجر اخبار اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۱ نمبر ۱۴

مضامین غیر

پنجشنبہ ۸ اپریل ۱۹۲۶ء

خیالی محفل

"سچ کہا ہے واہمہ خلاق ہے"

مولانا پنچ - اگر بیداری کے محسوسات کوئی حقیقت رکھتے ہیں تو خواب کے محسوسات بھی حقیقی ہیں۔ ورنہ جرمنی سوفسطائی کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ جس شے محسوس کا وجود دوسری شے کے وجود پر قائم ہو وہ بالکل بے حقیقت ہے بیٹے یہ چلتی پھرتی صورتیں میرے دیکھنے بھالنے چھونے پر قائم ہیں اگر میں نہ دیکھوں تو یہ کیا ہیں؟ کچھ نہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں بھی ہوں یا نہیں؟"

"میاں! سچ پوچھو تو میں کبھی تھا نہ آج ہوں" کیا معنے کہ ہر چیز اعتباری ہے پھر اعتبار کا کیا اعتبار۔ مثلاً یہ لالا وحمد موسٹریلی جو توند کا جزر و مد دکھاتے چلے آتے ہیں ان میں ہے کیا؟ رنگ ہے۔ رنگ کوئی شے نہیں محض وہم ہے چند جامد و سیال (سالڈ و لکوئڈ) مواد ہیں ان کا "رقیق" یا "ٹھوس" ہونا بھی خیالی اور اعتباری یا فرضی ہے لہذا یہ بھی کچھ نہیں کیونکہ جب میں نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ لیکن اگر میں ہوں تو اس میں شک نہیں کہ سب کچھ ہے۔ میری زندگی میں دو حالتیں ہیں ایک خواب کی حالت دوسری بیداری کی۔ یہ دونوں بجائے خود ایک حقیقت رکھتی ہیں اگر کوئی چاہے تو خواب کی خاصیت اپنے دماغ و جسم میں بحالت بیداری پیدا کر سکتا ہے۔ سوئے نہیں صرف آنکھ بند کی اور آن واحد میں لندن کی گلیاں تلووں کی جلتی سے چھان رہے ہیں۔ یہی کو خواب میں بھی ہوتا ہے لندن پہونچتے دیر نہیں لگتی۔ اوریہی موت کا خال ہے۔ پلک سے پلک لگی اور آسمان پر تھگلی لگائی۔ ساتوں طبقے آسمان کے پھاڑتے ہوئے سیدھے بہشت میں حوروں سے دل لگی بازی کرنے پہونچ گئے۔

اشراقی حکیموں کی طرح میں نے بھی یہی خواص اپنی ذات میں پیدا کر لیے ہیں چنانچہ کل اتفاقاً چند انگریزی اخباری کاغذوں کا مطالعہ کر رہا تھا جنہیں خلعت وجود محض اس غرض سے عنایت ہوا ہے کہ ہندوستانی ریاستوں پر قلم کا نزلہ جھاڑتے رہیں۔ دل میں آیا کہ ان سب ردی کاغذوں کو خانساماں کے حوالے کروں کہ وہ صاحب کے پیخانہ میں انھیں لے جا کے رکھ دے یہ اسی قابل ہیں کہ وہیں جائیں جہاں سے نکلے اور وہاں سے وہی کام لیا جائے جس کے یہ مستحق ہیں۔

شاعر کوئی نیا شعر کہتا ہے تو سننے والے کی تلاش کرتا ہے ایسا نہ کرے تو جودت طبیعت تخمہ کی مریض کی آفت ہو جاتی ہے۔ ریاح کی واہ واہ کا اشتیاق پیٹ میں وہ قراقر پیدا کر دیتا ہے کہ توبہ بھلی لارڈ ریڈنگ کا ہندوستان سے اخراج بھی ایسا پر اشتیاق نہ ہوگا۔

ہر حال بندہ عین عالم بیداری میں ایک ایسے جلسے تک پہونچ گیا جس میں چند مختلف اقسام و اقوام کے لوگ خوش گپیاں کر رہے تھے۔ ایک کالا صاحب کالا کوٹ پتلون پہنے ہمرنگ کی دون کا تماشا دکھا رہا تھا۔ ظاہر تو یک قلم کالا ہی کالا ہے باطن بھی اندھا کنواں یا کلکتہ کا بلیک ہول ہوگا اسکی اکڑ فوں ظاہر کر رہی تھی کہ کاجل جھاڑ کے دنیا بھر کو بھڑ بھونجا بنا دے گی۔ اللہ رے کالے کالے جلال و تجبر۔ کاش کوئی چڑیمار لاسا کیا لگا کے ان حضرت کو پھنسی دکھاتا اور بلا گردانی کے کام میں لاتا۔ "کالا کوا صدقے کو مشکل کا روزہ"

دوسرے صاحب کرسچین یعنی ہندوستانی عیسائی تھے۔ آپ کی زبان بھی ماں ٹینی باپ کلنگ انڈے بچے رنگ برنگ۔ خدا نے ہر قسم کے ہندوستانی الفاظ ادا کرنے کی قابلیت عنایت کی تھی مگر آپ دسلفت آپ سے ضابطے سے باہر ہونا پسند نہیں فرماتے کیوں یہ احسان سر پر لیتے۔ "دل ہمارا کلم ٹوٹ گیا"

تیسرے صاحب آدھے تیتر آدھے بیٹر کرسی کی چولیں ڈھیلی کر رہے تھے۔ نہ الل لذی نہ الل لذی۔ اگرچہ آپ کالے اور گورے دونوں قسم کے خون سے مرکب تھے مگر آپ کالا خون جسم سے نکال ڈالنے پر بہت مستعد نظر آتے تھے۔ اگر آپ کا بس چلتا تو قیر کے چشمے سے دودھ نکالتے۔ مشک کو کھریا مٹی بناتے کسی معشوق کے سر پر کالی زلفیں نہ رہنے دیتے۔ آنکھوں کی پتلیوں سے سیاہی کا عیب چھڑاتے۔ اندھیری رات کبھی ہونے نہ پاتی کسیرو کا مرونڈا جامن کو انگور کر کے کھاتے۔ غرض عالم بھر سے کالک اس طرح نکال باہر کرتے جیسے افریقہ سے کالے دیسی پردیسی نکالے جا رہے ہیں۔

انھیں کے قریب ایک پگڑ باز سکھ صاحب تشریف فرما تھے جنکے لمبے لمبے بال سفید پگڑی میں دھوپ چھاؤں کا لطف پیدا کر رہے تھے اور

اطلاع نامہ بنام دائناں نسبت تعین تاریخ سماعت درخواست دیوالیہ

بعدالت سب جج صاحب بہادر اول ہردوئی [illegible]
درخواست دیوالیہ نمبر ۱۵ - ۱۹۲۶ء

[illegible] قرار دیے جانے دیوالیہ [illegible] ساکن موضع [illegible] پرگنہ [illegible]
بنام [illegible]

ہرگاہ [illegible] نے عدالت ہذا میں بذریعہ عرضی مورخہ ۲۳ ماہ مارچ ۱۹۲۶ء درخواست کی ہے کہ وہ حسب منشاء ایکٹ دیوالیہ نمبر ۵ ۱۹۲۰ء دیوالیہ قرار دیا جاوے اور تمہارا نام فہرست دائناں میں جو مدیون مذکور نے داخل کی ہے پایا جاتا ہے لہذا تمکو اطلاع دی جاتی ہے کہ عدالت نے تاریخ ۲۸ ماہ اپریل ۱۹۲۶ء واسطے سماعت درخواست مذکور اور لینے بیان مدیون کے مقرر کی ہے۔ اگر تم کچھ اس معاملہ میں پیروی کرنا چاہتے ہو تو اصالتاً یا بذریعہ وکیل جو حال مقدمہ سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو حاضر ہو۔ تفصیل قرضہ جو درخواست مذکور میں تمہارا [illegible] بیان کیا گیا ہے حسب ذیل ہے: - [illegible]
آج بتاریخ [illegible] ماہ مارچ ۱۹۲۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت

دستخط حاکم
[illegible]

نہیں ہے شخص ایک کالے رمیر ہندوستانی صاحب رونق افروز تھے جن کے چہرے پر وطنی آتش محبت کا دھواں ڈنڈ پیل رہا تھا۔ کچھ اور لوگ بھی تھے جن کا تذکرہ فضول ہے۔ اعجاز جسم مثالی دیکھیے کہ بندہ اپنی جگہ سے ہلا نہیں پھر بھی اس صحبت میں شریک ہو گیا۔ کُرسی جائے اُستاد کی طرح خالی تھی بیٹھ گیا۔ گفتگو بہت دل آویز تھی۔

اینگلو انڈین: برادر سکھ۔ آپ نیٹو اسٹیٹس دیسی ریاست کو دیکھو۔ کیسا خراب ہے۔ سکول نہیں کھولنا مانگتا۔ ایجوکیشن بالکل رائج نہیں ہے۔ رعیت سے ٹیکس لیتا ہے۔ رنڈی بازی دارو بازی کرتا ہے۔ رعیت کا پروا کرنے نہیں سکتا۔ برٹش گورنمنٹ کس موافق اِن لوگ کو جبوٹ رضیا نہ کرے۔ سب جیسیٹی کا لائک ربا فق ہے۔

سکھ: بے شک۔ ریاستوں کی حالت یہی ہے میں نے سیکڑوں مضمون اپنے اخبار خباثت میں لکھ ڈالے۔ میں آپ کی تائید کرتا ہوں۔ یہ تو بھری ڈیوٹی ہے۔ میں نے لارڈ ریڈنگ کی پالیسی کو بغور دیکھا ہے۔ میں اپنے دوسرے سکھ بھائیوں کو جو خواہ مخواہ گورنمنٹ کے راستے میں حائل ہوتے ہیں کبھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ اگر ریاستیں مطلق العنان کر دی جائیں تو وہ اندھیر ہو کہ پناہ بخدا۔

اینگلو انڈین: البتّہ سو البتّہ۔

بہی خواہ بندہ رعیت۔ یوں نام رکھنے کو جس کا جی چاہے نام رکھے مگر برا نہ مانیے تو کچھ عرض کروں۔ یہ بتائیے کہ ریاستیں کس نعمت سے محروم ہیں۔ ان میں کون سے کیڑے پڑے ہیں جو کسی اور حصہ انتظامی میں نہیں ہیں۔ سچ پوچھیے تو انتظام اور بد نظمی۔ انصاف اور ظلم کا نتیجہ ہر جگہ ایک ہی ہے عام رعایا کو نہ انتظام میں آرام ہے نہ بدنظمی میں۔

اینگلو انڈین: او تو تو تم ایسا ہونے نہیں سکتا۔

بہی خواہ بندہ: آپ تو میں نے جانا۔ پہلے بات سن لیجیے پھر تو دیکھیے۔ فرض کیجیے کہ ایک شخص نہتہ میں کسی دوسرے کی ناک کو رستے استرے سے اُڑا لے۔ اسی طرح ایک تیسرا شخص جب کسی کی ناک کاٹنے کا ارادہ کرے تو پہلے اُسے ایک دوا سونگھنے کو دے جس کے اثر سے ناک کی پھنگی میں کیڑے پڑیں پھر خود ہی ڈاکٹر بن کے آئے اور کہے کہ دوست جب تک یہ ناک ہے مرض خوفناک ہے لاؤ نشتر سے فاسد گوشت کاٹ کے پھینک دیں۔ تو ان دونوں مجروحوں میں کیا فرق ہوگا؟ یہی نہ؟ کہ ایک بے وقوف ہے اور دوسرا چالاک لیکن جن غریبوں کی ناک



پائے پوش پیراں کشتی اُمید مریداں
نئے لاٹ صاحب: ریڈنگ کا بوٹ بہت خوش نصیب ہے

دونوں نے ناک لی ہے اُن کا نکٹا ہو جانا یقینی ہے۔ آپ رئیسوں کو اس جرم کا مجرم قرار دیتے ہیں کہ انگلے طرز حکومت میں عدالت و انصاف کو دخل نہیں ہے۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ عدالت و انصاف سے آجکل کا برٹش طرز حکومت بھی بالکل خالی ہے۔ یہ مضمون تو مدت ہوئی سیاست کی منڈی میں آ چکا ہے۔ اب اگر آپ یہ فرمائیں کہ دیسی ریاستوں میں حماقت اور بدنظمی کی گرم بازاری ہے وہ آجکل کے مروجہ طرز پر ناک نہیں کاٹتے تو بندہ تہِ دل سے آپ کا موید ہے۔ واقعی اُن کے پاس ڈپلومیسی نہیں ہے کہ وہ پہنچتے ہوئے اور تیز نہیں ہیں۔ سیاسی تقابل میں اگر دیکھنے والا منصف مزاج ہو تو بہت سی بھلائیاں اُسے اس پرانے طرز حکومت میں ایسی دکھائی دیں گی جن سے آجکل کا آئینی طرز حکومت بالکل معرا ہے مثلاً۔ سامان خورد و نوش کی ارزانی ایک نعمت ہے جس سے تمام غربا فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ باہر ایک مسلح ہے۔ یا حاکم و محکوم کی زبان ایک ہے۔ خیالات ایک ہیں۔ وضع قطع ایک ہے۔ طرز معاشرت ایک ہے۔ اگر رئیس رعایا کی کمائی ہوئی دولت بیدردی سے اُڑاتا بھی ہے تو اس کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ ایک گھر بگڑتا اور دوسرا کسی کی جگہ بن جاتا ہے بشرطیکہ رئیس صاحب اپنے گھر میں گھر اُڑائیں پیرس و لندن کی ہوا نہ کھائیں۔ ہوٹلوں کے بل نہ ادا فرمائیں۔ دولت کا حدود وطن سے باہر نکل جانا ہی افلاس کی جڑ ہے۔ دولت چلتی پھرتی چھاؤں ہے آج آپ کے پاس ہے تو کل میرے پاس۔ آج میں فقیر ہوں کل میں امیر ہوں۔ اس کے علاوہ اس حق نمک فراموش نے جو تمام ریاستوں کو ایک ہی ترازو میں تولا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ اگر یہ کہیں کہ ہندوستان میں جتنے حاکم ہیں سب جنرل ڈائر ہیں تو ظلم اشتعال ہم پر منطبق ہیں گے۔

آپ اپنے طرز حکومت پر بہت اتراتے ہیں اب غور فرمائیے کہ اس سے غربا یا عوام کتنا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ قدم قدم پر ٹیکس ہے۔ سڑک پر بیٹھ کے سودا بیچنے والے جنہیں شام تک بچوں کا دوزخ بھرنے کے واسطے چار پانچ آنے روزگار ہیں سڑک کا ٹھیکہ دار ان سے بھی بجتی رقم وصول کر لیتا ہے۔ غریب خریدار کو ہر چیز مہنگی ملتی ہے غریب ہونے والا مہنگی چیز بیچنے پر مجبور ہے۔ یہی چیز جس پر ایک مرتبہ چنگی وصول کی جا چکی۔ دوسری مرتبہ منڈی میں اس پر بازاری ٹیکس لگا گئی۔ کیا یہی

نام آسائش ہے؟ مکانوں کا کرایہ روز بروز بڑھتا ہے غربا کو رہنے کی جگہ میسر نہیں کیا اسی کا نام آسائش ہے۔

میں یہ پوچھتا ہوں کہ ریاستوں میں تعلیم کا انتظام نہیں ہے تو کیا خرابی ہے ہم جو مدرسے میں پڑھتے ہیں تو کیا بنا لیتے ہیں اور ہمارے غربا ان مدرسوں سے کیا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ننھے سے بچے کو مدرسے بھیجا بھر مٹھی فیس ادا کی۔ کتابوں کی قیمت دی وہاں سے صاحبزادے جو نکلے تو اچھے خاصے فرعون بے سامان بنے ہوئے۔ باپ سر پر ٹوکرا رکھ کے پھیری لگاتا تھا صاحبزادے ہیں کہ شیمت پناہ ٹوکرا سر پر رکھنا ننگ سمجھتے ہیں لیجیے ۔

وہ بھی جو اہم باں جو کچھ کہ انکو یاد تھا

فالی کرکٹ فٹ بال تو یاد رہا باقی جتنی نیکی کو کارگی تھی سب بھول گئے۔ ڈام فول کہنا۔ بزرگوں سے تڑانا۔ ماں باپ کو حقیر سمجھنا درنی خوبی تعلیم ہے۔ تاریخ پڑھائی گئی کورہ جوروں میں آگ بھڑکا گئے۔ فلاں مسلمان بادشاہ کے عہد میں اتنے ہندو قتل ہوئے پنجاب میں جب سکھوں کی عملداری ہوئی تو مسجدوں میں اذان بند کر دی گئی۔ ہندی حساب لکھنا بھی کوان کم بختوں کو نہیں آتا۔ سرکہ حساب لکھتے ہیں تو صفر ہیں سے۔ واہ ری تعلیم امیر زادے بھی جو آجکل بڑے تعلیم یافتہ کہلاتے ہیں۔ فیض علم سے قطعاً محروم ہیں۔ انھوں نے جو کچھ سیکھا ہے اس کا حصل اتنا ہی ہے کہ پچاس روپیہ سلائی کی شیروانی یا کوٹ پہنتے ہیں۔ سو روپیہ کا بوٹ ڈاٹے پھرتے ہیں۔ مادری زبان سے ناواقف محض ہیں۔ بگاڑ بگاڑ کے لفظ منھ سے نکالتے ہیں۔ بابا کو ڈیڈا اور اماں کو بڑھیا کا لقب دے رکھا ہے نہ تجارت سے واقف نہ صنعت سے ماہر نہ حرفت سے لگاؤ نہ زراعت سے تعلق۔ بڑی برائی یہ کہ نوکری ڈھونڈ رہے ہیں۔ زندگی میں کام آنے والے پیشے کی تعلیم ہی نہیں ہوئی تو بجز نوکری کے اور کس مصرف کے ہیں۔ کچھ دنوں نوکری کے واسطے خاک چھانی۔ عمر بڑھی نوکری کا استحقاق تشریف لے گیا اب اور وطن کی چھاتی پر بار جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں گھر میں کچھ میسر ہے تو اسی پر زندگی کا دار و مدار ہے۔ نہیں تو علی محمد کو پاں ہیں۔ ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ انہیں گٹ پٹ کرنے والوں میں سے بعض خوش قسمت حکام کے بوٹ چاٹنے کی بدولت کسی عہدے پر بھی اُچک جاتے ہیں۔ اور ان میں سے فی صدی پچھتر فرض شناسی اور عہدے کی مناسبت سے بھی محروم ہیں۔

ذرا گھوم پھر کے دیکھیے تو آپ کو ریاستوں میں یہ حالت نظر نہ آئے گی۔ آپ ریاستوں کے ظلم و جور کی شکایت کرتے ہیں۔ اور اس طرز تعلیم و طرز حکومت پر فخر فرماتے ہیں۔ حالانکہ فخر کا محل نہیں ہے۔ ریاست کے باشندے صحیح توانا چاق چوبند نظر آتے ہیں بقدر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ پیٹ بھر کے کھانا کھاتے ہیں ؟

انگلو انڈین ؟ اوہ ہیں۔ بہت ورڈی ڈکیٹنم کا مرکھانا کارخانہ جب بیماری پھیلتا ایک دم سب ڈھیر ہو جاتا ہے ؟

ہی خواہ جو کچھ بجا ارشاد ہوا۔ آپ کی عملداری میں تو کبھی ملک الموت قدم نہیں رکھتا ہم نے آج تک کسی کو مرتے دیکھا ہی نہیں جو مرتے ہیں وہ مرنے کی نقل کرتے ہیں جب وبائی بیماریاں آتی ہیں تو ڈاکٹر صاحب گردن پکڑ کے نکال دیتے ہیں۔ کیا مجال جو کسی کو آزار پہونچائیں۔ آجکل غازی پور میں جو طاعون نے جنگل دبا دیا ہے یہ شاید کوئی فرضی افسانہ ہے ؟۔

جی خدا سے ڈرتے۔ بھلا قہر خدا کو منع کون کر سکتا ہے ؟

سکھ ؟ اچھا آپ اس سے تو انکار نہیں کر سکتے کہ ریاستوں کا طرز نظام شخصی ہے رعایا انصاف کی جانب سے مایوس ہے ڈاکے پڑتے ہیں چوریاں ہوتی ہیں۔ رشوتوں کی بدولت حق رسی کا امکان بہت کم ہے۔ نہ کوئی قانون ہے نہ قاعدہ ؟

ہی خواہ جی میں اس سے بالکل انکار کرتا ہوں قانون قاعدہ ایک پرانے رواج کے تحت ابتک موجود ہے۔ جمہوریت کا وجود دوسرے طرز حکومت میں بھی عنقا ہے۔ بایں معنی کہ ہر ایک ادارہ ہر ایک محکمہ کسی نہ کسی خاص شخص کے قابو میں رہتا ہے خواہ اس شخص کے واسطے پہلے سے قوانین انسانی معین ہوں یا نہ ہوں

پھر جب ہر ایک حاکم کے اختیارات وسیع ہیں اور اسکے ذاتی اختیارات میں دخل دینے کی اجازت نہیں ہے تو جمہوریت کا منھ چڑھانے سے کیا فائدہ۔ کسی منصف کے سامنے مدعی اپنا دعوے پیش کرتا ہے۔ دعویٰ واقعات کی بنیاد پر قائم ہے۔ واقعات مضبوط شہادت سے ثابت کیے جاتے ہیں مگر مدعا علیہ صاحب کو عالی جناب منصف الدولہ بہادر سے دور کی نسبت ہے یعنے ایک زمانہ تھا کہ دونوں ایک ہی بنچ پر بیٹھ کے مدرسہ میں اے بی سی ڈی پڑھتے تھے یا منصف صاحب بہادر کے پدر مکرم مدعا علیہ کے والد کے یہاں منشی تھے۔ لہذا منصف صاحب اعلیٰ سے اعلےٰ شہادت کو جھوٹی اور بے اعتبار کہہ سکتے ہیں پیشیوں پر پیشیاں بڑھا سکتے ہیں۔ تنقیحیں قائم کرنے میں مکمل اختیار رکھتے ہیں کہ مدعا علیہ کے تمام جوابی ثبوت کا بار مدعی کے گلے کا ہار بن جائے۔ قانونی پہلو کو ہاتھ ہی نہ لگائیں جو اپیل کی گنجائش نکلے۔ چلیے مقدمہ خت ربود مدعی صاحب تھوڑا منھ لٹکائے قانون کی جان کو روتے گھر چلے آئے۔ وکیل کہتا ہے اپیل تو ہو نہیں سکتی۔ منصف صاحب نے مدعا علیہ کی طرف سے ایک تیلی کی گواہی معتبر قرار دی ہے اور مولانا محمد صدیق صاحب آنریری کلکٹر کی شہادت مصنوعی سمجھتے ہیں پھر بتائیے اپیل کس بات کی۔ یہ تو واقعات ہیں کوئی قانونی سقم فیصلے میں ہوتا تو اپیل کرتے۔ اب سنتے ہیں کہ اپیل کی سرسری سماعت کے واسطے ایک خاص کرسی بچھائی گئی ہے اس کرسی کا صرف یہی کام ہے کہ وہ جن اپیلوں کو مسترد کردے پھر نا ممکن ان میں انصاف نہیں ہو سکتا۔ اب فرض کیجیے کہ یہ حاکم متعصب ہو یا رشوت خوار ہو یا کاہل ہوا تو مدعی یا مدعا علیہ پر کیسی گزرے گی۔ آپ کوئی عقلی وجہ اس قانون کی بیان نہیں کر سکتے آخر کیوں کسی مبنی بر واقعات مقدمہ کی اپیل نہیں ہو سکتی؟ کیا یہ قرین انصاف ہے۔ پھر جب شخصیت ہی کا دورہ ہر جگہ ہے تو ریاستوں کے طرز انصاف پر جو اعتراض ہے وہی اس آئینی طرز پر بھی وارد ہوتا ہے چوریوں کے واقعات ہر جگہ ہوتے ہیں اور ڈاکے بازی میں تو آج برٹش بنگال کا نمبر دنیا بھر میں اول ہے۔ ہفتہ بھر میں دو چار سو واقعات ہو جائیں تو عجب نہیں۔ اسی طرح رشوت کی گرم بازاری جیسی پولیس کے محکمے یا دوسری کچہریوں میں ہے۔ خدایا تیری پناہ۔ باقی آیندہ

راقم
وحید لکھنوی

بقلم
نادو میں خاک اُڑانے والا

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"شاہین شدی زاغ شدی"

واقعی طبیعت کو ہر چیز میں دخل ہے کسی بادشاہ نے اپنے لڑکے کو شاہنامہ اس لیے پڑھوایا تھا کہ افسانہائے بہادری دیکھ سن کے بہادر ہو جائے مگر جب امتحان کا وقت آیا تو صاحبزادے لنگ لنگ کے پڑھنے لگے ؎

ستیزہ منم دخت افراسیاب
برہنہ ندیدہ تنم آفتاب
بڑے کیجے بیژن شوخ بخت
فتادم ز تاج و فتادم ز تخت

اسی طرح ایک بیمار کوا جھنجھٹ میں بیٹھا رہتا تھا۔ اسی درخت پر ایک شکاری جانور کا جھونجھ بھی تھا شکار کے بچے کھچے ریزے کوے کی خوراک ہوتے تھے اتفاقاً یہ کرشمہ کسی متوکل استر والے نے بھی دیکھا جھٹ سے خدا کی صفت رزاقی کی آزمائش کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اب تو بھیک مانگ کے ہرگز نہ کھائیں گے بھیج من و سلویٰ فقیروں کے لیے؟ قضارا اُدھر سے ایک صاحب عقل کا گزر ہوا انھوں نے جو یہ کرشمہ دیکھا تو کہنے لگے۔

"ہا شاہین نہ شدی زاغ شدی"

تم نے شکرے کی عادت نہ اختیار کی پیروی بھی کی تو کوے کی۔ لارڈ اروین وڈ بھی لارڈ ریڈنگ کے نقش قدم دیکھ کے دل دے بیٹھے۔ ان سے بھی اگر کوئی چاہے تو یہ سوال کر سکتا ہے کہ

"ہارڈنگ نہ شدی ریڈنگ شدی"

کیا سمٹے کر سینے پہ ہاتھ رکھ کے لارڈ اروین کا یہ فرمانا ؎

دیکھو تو دلفریبی انداز نقش پا

اس امر کی دلیل ہے کہ ریڈنگ کی پست خیالی حضرت کو پسند آئی اور ہارڈنگ کی چال پر نظر نہ گئی۔ اسے طبیعت کی کمزوری کہیے یا یوں خیال کیجیے کہ حضرت کو وائسرائے کا عہدہ شاید سیرت ریڈنگ پر چلنے کا عہد کر لینے کے بعد میسر ہوا ہے۔ ہر حال ایسا شخص جو پہلے ہی سے صفت رزاقی کے



کورانہ تقلید کا دعوے

(شوہ بگی چال پسند آئی)

نئے لاٹ صاحب :- سرج خرام ناز بھی کیا گل کتر گئی ۔ !!! ٹک ٹک ۔ بڈھیا! ارے بیل !!
ہے مشکل ہے اتقا اپنے قدمائے رفتگاں ۔ لیکن اسی لکیر کے ہم بھی فقیر ہیں ۔
ارے بیل! ٹک ٹک ۔

معشوق کی رفتار و گفتار ہے بینظیر
ہر گام پہ سوتے اٹھاتے رہے ہیں!

امتحان کا ارادہ کرے صاحب ارادہ نہیں ہو سکتا۔ خدا جانے لارڈ اروین کے کان میں کس نے یہ کہہ دیا کہ ریڈنگ صاحب بڑے خوشخرام کبک رفتار شخص ہیں۔ اور اہل ہند اُنکی اٹھلاتی ہوئی چال پر لٹو ہو گئے ہیں۔

عرب کا شاعر کہتا ہے ؎

ولو کان الغراب دلیل قوم
سیھدیھم الی جیف الکلاب

اگر کوا قومی راہنما بنے تو پلیدی کی طرف ہدایت کرے گا۔

امید ہے کہ دوست اروین اپنے بہی خواہ پنچ کی نصیحت گوش دل سے سُنیں گے۔

مدعی سُست گواہ چست

کوئی تاثیر صاحب ایم اے ہیں اُنھوں نے النظیر جنوری ۱۹۲۶ء میں حضرت بیخود موہانی ایم اے سے ہمدردی ظاہر فرمائی ہے آپ معترض ہیں کہ اودھ پنچ نے جنوری ۱۹۲۴ء میں چند الشعرا اور بوم بے دال ایسے ظریفانہ ناموں پر اعتراض کیا تھا حالانکہ بوم اور چغد ادبار و نحوست کے نشان ہونے کی وجہ ہی سے بدنام ہیں۔ ادبار الشعرا ادبار الملک ادبار الحکمۃ ادبار العلم ان اوصاف کے تنزل کا نام ہے لہذا جب کسی ہمدرد کو یہ تنزل قلم کے حرکت دینے پر مجبور کرے تو راقم فی الحقیقۃ ادبار ہو گا برخلاف چغد الشعرا کہ خود چغد بننا چاہتے ہیں اور یہ ظرافت نہیں ہے بلکہ اپنی ذات کو مسخرے کی حیثیت سے پیش کرنا ہے۔ اب معلوم ہوا کہ واقعی آپ بھی سخن فہمی کے دعوے میں حضرت بیخود کے شریک غالب ہیں۔

تاثیر صاحب کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت طباطبائی کا طرز تحریر بہت گستاخانہ ہے اور انھوں نے بڑی بڑی فاحش غلطیاں کی ہیں۔

واقعی حضرت آپ نے فرمایا اب اس سے انکار کون کر سکتا ہے اسقدر کافی ہے طلب دلیل کی مجال کسے۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ کتابت کی غلطیاں حضرت ادبار الشعرا نے بیخود کے سر تھوپ دیں۔ یہ اعتراض بھی اس وجہ سے منظور کہ حوالہ نہیں دیا گیا چوتھا اعتراض یہ ہے کہ بیخود کے اعتراضات کو پورا نقل نہیں کیا گیا۔ یعنے نقل عبارت اعتراض معترض پر فرض ہے چونکہ ان الفاظ صاحب کو تاثیر صاحب کا اسلوب تحریر جداگانہ معلوم ہوتا ہے یعنے وہ شرائط جو قدمانے مناظرہ کے واسطے مقرر کیے ہیں اُن میں یہ ایک تازہ شرط داخل کی گئی لہذا خواہ مخواہ منظور۔ اور اس کو کی فصاحت کی قسم منظور۔

پانچواں اعتراض یہ ہے کہ ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد" کی "لاجواب تشریح" بیخود صاحب نے کی ہے۔ اس کا جناب طباطبائی کی شرح سے موازنہ نہیں کیا۔ واقعی یہ اعتراض ہمارے دفع کیے دفع نہیں ہوتا۔ یہ بھی ایک نیا پہلو ہے۔ صاف اور سادہ شعر ہے لوگوں کی سمجھ میں اچھی طرح آ سکتا ہے۔ مگر بہنسی کی جگہ "داد" یقیناً ایک جرم قبیح ہے۔

چھٹا اعتراض یہ ہے کہ سجدہ ریخت کے متعلق حضرت ادبار نے لغت نہیں دیکھی۔ اور یوں ہی لکھ دیا کہ یہ تو فارسی دانوں نے بھی نہیں لکھا۔ مطبع العلوم کی چھپی ہوئی اور "بندہ کریم بخش" کی چھپوائی ہوئی اور دھرم چند ابن منشی دیپ چند خلعت لالہ برج لال دیوان مند سودہ کی صحیح کی ہوئی بہار عجم حصہ دوم (صفحہ ۵۰م) دیکھیے

لفظ سجدہ کے ذیل میں تحریر ہے۔

سجود و سجدہ بالکسر و بالفتح فروتنی کردن و سر بزمین نہادن و بعضے از اہل ایران بضم خوانند وجہ آن ظاہر نیست و خشک از صفات اوست و بالفظ داشتن و دادن و بردن و آوردن و کشیدن و چکیدن و پاشیدن و ادا کردن مستعمل۔

اسکے بعد مثالیں دے کے اس لغت کا بیان ختم کر دیا ہے۔

آپ کی لکھی ہوئی عبارت بہار عجم میں ہماری نگاہ سے نہیں گزری (یہ عبارت الحاقی معلوم ہوتی ہے) "سجدہ افشاں۔ سجدہ گاہ۔ سجدہ ریز ہر کدام معروف" ممکن ہے کہ کسی شخص نے بطور پیشگی علامہ اقبال کی خاطر سے یا اظہار دست نظر لالہ قتیل ہندی ناصر علی سرہندی مرزا بیدل ہندی پر احسان جتانے کے لیے یہ عبارت حاشیہ پر بڑھا دی ہو کسی مستند ایرانی شاعر نے سجدہ ریزی نہیں کی۔ آپ کو لازم ہے تقلید فارسی کلام میں اگر پسند ہے تو شوق سے عبارتیں گڑھیے حوالے غلط دیجیے منع کون کرتا ہے۔ ہم سند بھی نہ مانگیں گے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کہ سجدہ ریزی کو حضرت ادبار نے فارسی محاورہ تسلیم کر لیا ہے۔

ساتواں اعتراض بھی بعینہ چھٹا اعتراض ہے یعنی حضرت ادبار نے لغت نہیں دیکھتے مگر بصورت عنوا جذبات" ہے۔ خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ اردو میں جذبہ کشش کے مرادف ہے۔ اور غالب کا شعر جذبۂ بے اختیار شوق دیکھ نقل فرمایا ہے سبحان اللہ کیا خوب۔ جذبے کی اُردو ہونے کی سند پیش کی ہے خود ہی "جذبۂ" میں فارسی کی اضافت دکھاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں یہ اُردو ہے۔ اب معلوم ہو گیا کہ واقعی آپ زبان داں ہیں اُردو میں تو اضافت ہلکی ہوتی ہی ہے۔ جونڈا عصا گھوڑا یعنے گھوڑے کا ڈنڈا عصا۔ دولٹنہ لوٹا یعنے لوٹے کا دولٹنا۔ اے حضرت ہم کہہ چکے کہ عجام نے اس لفظ میں قاعدہ خود تصرف کیا ہے جس طرح کاس سے کاسہ اودھ پنچ کے مضامین سمجھ کے پڑھیے۔ وہ لوگ بھلا ان نکات کو کیا سمجھیں گے جو فان لم یجتنب یہ الیہ حبّ یا الشیطان سے اس بات کا دعوے کرتے ہیں کہ "جذبہ" بمعنے کشش قدیم عربی میں مستعمل ہے۔ معمولی ہدایت النحو پڑھنے والے سے بھی پوچھیے گا تو وہ بتا دے گا کہ جذب فعل ماضی اور "ہ" ضمیر غائب مرکب ہو کے جذبہ بنا ہے یہ ماضی بجائے مضارع ہے جس کے معنی یہ ہوے کہ کھینچے گا اُسے شیطان۔ یعنی

ہرگز وہ جذبہ نہیں ہے۔ ان ظرف کے ایڈیٹر صاحب بھی بہت قابل اور ذی استعداد معلوم ہوتے ہیں جنھوں نے آپ کے اس مضمون کو تمہید خاص کے ساتھ پیش کیا ہم تو اسے تلف کر دیتے اور کبھی ذی علم حضرات کے سامنے ذہنی شرمندگی کا سامان مہیا نہ کرتے۔ سائیکلو پیڈیا کی عربی کتابیں اس لیے حضرت ادیب نے تلاش کیں کہ شاید کیفیات نفسانیہ کے معانی مل جائیں بلفظ عربی ادا فضل نے اصطلاحاً وضع کی ہو۔ عبدلماجد صاحب عربی سے ماہر نہیں ہیں اور وضع اصطلاح کا حق انھیں سرکار روکن سے عنایت ہوا ہے صاحبان علم سے نہیں رہا۔ تمام دمصر پر یہ سراسر اتہام ہے کہ کیفیات نفسانیہ کی جگہ وہ "جذبات" بولتے ہیں ہمارے پاس مصر و شام و بیروت کے متعدد علمی رسائل موجود ہیں۔ آپ کی عربی دانی کے ہم پہلے ہی سے قائل ہیں جو شخص "احقر" اور جذبہ میں فرق نہ کر سکے وہ شام و مصر کے محاورے سے ضرور واقف ہوگا۔

آپ نے جو مثال فرہنگ آصفیہ سے دی ہے اسکی فارسی ترکیب مضاف الیہ ہونے کے باعث ظاہر و آشکار ہے۔

"مشمول ہیں اہل جذبہ" تو عجب نہیں کہ یہاں اہل کلام ہی "اہل جذب" ہو اور آپ نے از راہ حیا پروری کچھ تصرف کیا ہو جیسا کہ سجدہ ریزی کی بحث میں یا سہو کاتب ہو۔ کیا سنئے کہ جذب صوفیوں کی اصطلاح ہے۔ یقیناً یہ شعر اس طرح ہوگا ؎

امین ہیں اہل جذب کہ رہبر ہیں انکے ساتھ
سالک کو ہے خیال نشیب و فراز کا

یہاں اہل جذب کہنا مناسب ہے نہ اہل جذبہ۔ فرہنگ آصفیہ میں جتنے معانی (بقول آپ کے) لکھے ہیں وہ سب فارسی لفظ "جذبہ" کے ہیں جسکی جمع "جذبات" نہیں ہو سکتی۔ اگر ہوگی تو وہ عربی ہوگی۔ آپ ہمارے ساتھ ایسی حالت میں جبکہ ہم عربی لغت سے بحث کر رہے ہیں قرۃ العین ایک ایرانی عورت کا شعر پیش فرماتے ہوئے نہیں شرماتے جو کہتی ہے ؎

جلد بات شوکت الجنت بلا سلسل انعم والبلاء
ہمہ عاشقان شکستہ دل کہ دہند جان برو بلا

یاد ہے کہ واجد علیشاہ ایک مرتبہ قرآن سے گرد بیٹھے اور شکایت کرنے لگے کہ دیکھیے صاحب ساری دنیا کا تذکرہ تو قرآن میں ہے ہم سیدوں کا نام بھی نہیں لیا گیا۔ نعمت خان عالی کے کانوں تک جب یہ افسانہ پہونچا تو انھوں نے "تعزیت اخبار ھا" پڑھ کے انھیں دکھایا اور سمجھایا کہ اللہ میاں نے تم کو اپنا بھائی کہا ہے آخ بارھا اس سے بڑھ کے اور فضیلت کیا ہوگی خدا سے بگڑو۔

اسی طرح ایک صاحب اپنی سسرال میں بہت رہتے تھے لوگوں نے سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ میرا عمل تو قرآن پر ہے وہ فرماتا ہے:۔

"ان الانسان لفی خسر۔ خسر کی خدمت واجب ہے"

میاں قرآن پڑھ رہے تھے بی بی پان بنا رہی تھیں میاں نے آیت پڑھی "ان انکر الاصوات لصوت الحمیر" بی بی کے ہاتھ سے پان گر پڑا۔ گھبرا کے فرمانے لگیں "توبہ توبہ کلام پاک میں بھی نگوڑی سوت کا ذکر ہے ان چڑیلوں نے کوئی جگہ نہیں چھوڑی۔ جہاں دیکھو شیطان کی طرح موجود ہیں۔ کیا ناک میں دم ہے۔ اے میاں سنتے ہو جو تمھیں سوت مالزادی کا ذکر کرنا ہو تو باہر جاکے کرو۔ اس نام سے تو میرے تلووں سے لگتی ہے اور تالو میں بجھتی ہے"

یہی حال جناب تاثیر کا بیچارے جس کو شعر میں غلط پرستی کی گنجائش مل جاتی ہے وہیں بالاصطلاح خود سجدہ ریزی فرمانے لگتے ہیں۔ اے حضرت عوام اہل ایران تو اب نوازشات و خواہشات وغیرہ بھی لکھنے بولنے لگے ہیں پھر انکے بولنے لکھنے سے غلط لفظ صحیح نہیں ہو سکتا۔ بلحاظ ظرافت اگر ہم کہیں کہ شعر مذکورہ میں جذبات سوت کی نگوڑی کے معنوں میں ہے تاکہ سلاسل غم و بلا کی آگ دور (لجام) سے کوئی مناسبت ہو جائے تو پھر آپ کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔

یہاں تک تو ہم نے حضرت ادیب کی طرف سے جواب لکھ دیا ہے آیندہ اگر جناب موصوف نے مضمون "الناظر" کو قابل التفات پایا تو وہ خدمت کریں گے۔ ہمیں ابھی دیگر مباحث پر نوٹ لکھنے ہیں۔

اعلان تعطیل

حسب معمول قدیم ۱۰ اپریل کا اودھ پنچ عید فطر کی خوشی منانے کا انتظار فرمایئے

عید مبارک!

سوراج کے حصول کا مجرب نسخہ

گیر یک ڈھول ڈونڈی ایک ڈھال وا ماو یک نفیری (نے لبک) و یک بجانچہ (جلاجل) و در وقت نماز نیوا زند۔ تا نمازیان از مسجد بیرون جستہ دیباو ریزند و بجا لاتر دو ضرب عمل نا کردہ مصروف پیکار دمو جو آلی پیزار شدہ۔ بعین بیخودی انتشر لطف خواجہ نمایند۔ و تفیکہ خون خود مسلم ریختہ ہم بجا مشیر و بند کہ سوراج حاصل شد و فریقین زود تر بر مشروط قائز خواہند گردید۔

پرہیز۔ از ستر دیدن تنبیہ من اجتناب لازم۔

انتقال ہیسانہ

گردش اگرچہ پیادہ کے مقتضیات سے بے کرہ خبر ضرورت کی تقرری سیاست ظاہر ہوا۔ آگرہ کے سکھوں کے ہاتھ سے چھوٹ کے پنجابیوں کے ہتھے چڑھنے والا ہے۔ کیا معنی کہ علی گڑھ کے پیادہ کو جو ٹھیس لگی تھی وہ پنجابیوں ہی کی سنگین ٹھوکروں سے لگی تھی۔

بادہ گساران پنجاب سے التماس ہے کہ ساغر کشی سے روکنا تو ہمارے اختیار میں نہیں پی کے دیوانے بنیے مگر خدا کے لیے اپنی زبان کو لڑکھڑانے نہ دیجیے۔ اردو زبان کی طرف آپ کی توجہ ضرب المثل ہو چلی ہے پنجاب بعضو نگراں ہیں کہ انشاء اللہ پنجابیوں کی اردو بجز چند بے تکلفوں کے بہت جلد سدھر جاتی ہے وہ دن دور نہیں کہ پنجاب اردو کا وارث و اصلی ہوگا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ساقی شتم کی سیماب وشی آپ میں اثر کر جائے۔ زبان کے معاملہ میں اگر ضرورت

[illegible]